انبیاءکرام کی بعثت اور دعوت وتبلیغ کے مقاصد

رقیہ فاروق
ریسرچ اسکالر، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی

Abstract

Allah Almighty has designated human, the power of vicegerency. They are temporary staying on the earth to get the success in the life hereafter. His Stay on earth is an examination to him for his upcoming eternal life. Allah almighty sends his Prophets to for humanity to guide them their path towards Heaven (Jannah). The key reason behind sending Prophets was to remind the humanity their forgotten path and establish their connection with the Creator. Present article shed light on the objectives of prophets advent, their counts, hiearchy in their advent, their ways, discourse and methods of preaching. This article will help the readers and reseachers to understand the true essence of prophets' preaching.

Key words: Prophets,humanity, vicegerency

لغت میں ''تبلیغ'' کے معنی ''پہنچانا''، ''واضح طور پر بیان کرنا'' ہیں۔ جبکہ اصطلاح میں تبلیغ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اور احکامات دوسرے لوگوں تک پہنچانے کو تبلیغ کہتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پوری دنیا کو پیدا فرمایا اور اس کے ایک ایک ذرے میں اپنی ذات اور صفات کی علامات اور نشانیاں پیدا فرمائیں۔ پھر انسان کو عقل وشعور کی نعمت سے نوازا جس کے ذریعے وہ ان نشانیوں کی مدد سے اپنے خالق و مالک کی طرف پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے، وہ انسان کو گمراہی کی وادیوں میں بھٹکنے سے روکتا ہے، وہ ہر رُخ اور ہر زاویے سے انسان کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ سورج کے طلوع وغروب، دن ورات کے آنے جانے، موت اور زندگی، تکلیف وراحت کے حالات میں انسان کو اپنی ذات کی طرف موڑنے کے لیے ہدایت کا سامان پیدا فرماتا ہے، انسان کو آسمان وزمین کے حقائق وآثار اور بدلتے ہوئے حالت میں غوروفکر کی قوت عطا فرماتا ہے تاکہ انسان کسی طرح کی کج روی میں نہ پڑے، اپنے خالق کو پہچانے، اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور اپنے خالق ومالک کے سامنے بروزِ آخرت سرخرو وکامیاب ہوسکے۔

ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سرورِ کائنات ﷺ کی تشریف آوری تک اس کائنات میں جتنے بھی انبیاء ورسل مبعوث ہوئے ،سب کی بعثت کا مقصد انسانوں کی فلاح ونجات اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانا ہے۔

ہمیں قرآنِ مجید اور دیگر صحائف آسمانی کی وساطت سے جتنے انبیاء ومرسلین کی پاکیزہ زندگی کے حالات معلوم ہوئے ہیں، اُن کا ہر ایک لمحہ اقوام وملل کو تصورِ توحیدِ الٰہی سے آشنائی میں بسر ہوا اور اس جدوجہد میں انہیں انتہائی اندوہ ناک اور صبر آزما اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا اور ایسی ایسی اذیتیں جن کے محض تصور سے ہی انسان کا دل کانپ اٹھتا ہے۔نتیجتًا نہ صرف اللہ کے اُن مرغوب ومحبوب بندوں کو بھی آزمائش کی خوف ناک بھٹی سے گزرنا پڑا بل کہ منکرینِ توحید ونبوت بھی صفحۂ ہستی سے ایسے مٹے کہ بس مثالِ عبرت بن کر رہ گئے۔اس حوالے سے قوم عاد وثمود،آلِ فرعون کی گرفت وعذاب کو قرآن کریم نے بہت بلاغت وفصاحت سے بیان فرمایا ہے۔

آج دنیائے اسلام جس افراتفری کا شکار ہے،تذبذب اور بے یقینی بڑھتی جارہی ہے،یاس وقنوطیت وبے چارگی مسلمانوں کے قلوب واذہان پر اپنا بے رحمانہ تسلط جماتی چلی جارہی ہے،اہلِ اسلام اغیار کی دریوزہ گری پر نہ صرف مجبور ہیں بل کہ کچھ تو اس میں ایک احساسِ تفاخر بھی محسوس کرتے ہیں۔افسوس ہم حسنِ طلب کے انداز بھولتے جارہے ہیں،ہوس پرستی جنون کی حد تک بڑھتی چلی جارہی ہے اور اس خرابی کا بنیادی سبب فقط یہ ہے کہ ہم انبیائے علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد یعنی الوہیت وکبریائی کی شوکت و رفعت بھول بیٹھے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے کے مقامِ عبودیت کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوتا ہے کہ ملائکۃ المقرّبین کو حکم ہوتا ہے کہ میرے فلاں بندے نے میری توحید کو زندگی کا اوڑھنا بچھونا اور مقصدِ حیات بنالیا ہے،اس لیے اس پر عنایات کے دروازے کھول دیے جائیں۔جو انسان تعیّشاتِ زمانہ کو چھوڑ کر مقامِ کبریا کی رفعتوں سے آشنا ہوجاتا ہے،اس کے لیے سمندروں اور دریاؤں کی طلاطم خیز موجیں،برق وباراں کے ہنگامے،آندھیوں کی حشر خیزیاں،خزائنِ مخفی وجلی سب اُس کی نوکِ پا کے اسیر بنادیے جاتے ہیں،وہ صحیح معنوں میں مسجودِ ملائک نظر آنے لگتا اور اُس کے سر پر تاجِ نیابتِ الٰہی سجادیا جاتا ہے۔

اس حقیقت کو راسخ کرنے کے لیے تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور آخر میں جناب رسول کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور جو شخص انبیاء ورسل کی تشریف آوری کے اس عظیم وبدیہہ مقصد سے دانستہ یا نادانستہ چشم پوشی یا صَرفِ نظر کرتا ہے اُسے اپنے موقف پر باربار نظرِ ثانی کرنی چاہیے کہ کہیں وہ دامنِ صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر اپنی ساری متاعِ دین ودنیا ہی نہ لٹا بیٹھے۔

اس مضمون میں سب سے پہلے میں انبیائے کرام کی بعثت اور ان کی تعداد کے متعلق چند ابحاث درج کروں گی۔اس کے بعد ان کی دعوت وتبلیغ کے انداز اور اس کے اثرات ذکر کروں گی۔

انبیائے کرام کی بعثت

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی رہنمائی،اپنی ذات وصفات کی معرفت اور اپنے احکامات پہنچانے کے لیے انبیاء کرام اور رُسلِ عظام کو مبعوث فرمایا تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرکے اس کے احکامات پر عمل کریں۔

انسان کی عقل کے علاوہ اس کی ہدایت ورہنمائی کے بہت سارے انبیاء مبعوث فرمائے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات

وصفات کی طرف انسانی عقل کی رہنمائی کی، اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک اور اس کی وحدانیت پر ٹھوس شواہد اور ثبوت مہیا کیے۔ آسان، سادہ اور عقلی دلائل سے انسانی ذہن کو مسخر کیا اور اعجاز آفرین بیان سے انسان کے دل و دماغ کو اس درجہ متاثر کیا کہ وہ بارگاہ الٰہی کے سامنے تصدیق وتسلیم کے ساتھ بے اختیار جھک جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْماً. (۱)

''اور ہم نے ثواب کی بشارت دینے والے رسول بھیجے اور عذاب سے ڈرانے والے رسول بھیجے تا کہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کے خلاف کسی الزام کی گنجائش نہ رہے، اور اللہ بہت غالب، بے حد حکمت والے ہیں۔''

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عبادت نہ کرنے پر اس وقت تک عذاب نہیں دے گا جب تک کہ اس قوم کے پاس اللہ تعالیٰ اپنا کوئی رسول نہ بھیج دے، ورنہ لوگ کہیں گے: آپ نے تو ہماری طرف کوئی رسول بھیجا نہیں، اور نہ ہماری طرف کوئی کتاب نازل فرمائی۔

انبیائے کرام کی بعثت کے مقاصد

انسان عقل وخرد اور حواس کا مالک ہے، نظر وفکر اور استدلال کی استعداد رکھتا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے احکام کی معرفت میں قدم قدم پر رسول کا محتاج ہے۔ فلاح آخرت تو دور کی بات ہے، دنیا میں بھی اس کا کوئی لمحہ رسول کی تعلیم کے بغیر نامکمل اور ادھورا ہوتا ہے۔ دعوت وتبلیغ کے لیے انبیاء ورسل کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے، اس پر علمائے کرام نے بہت تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور بہت سارے دلائل اپنی کتب میں لکھے ہیں، جن میں چند ایک یہ ہیں:

انسان پر طبعی طور پر شہوت اور غضب کا غلبہ ہوتا ہے اور عام طور پر وہ اپنی دنیا میں مگن رہتا ہے اور آخرت سے غافل و بے پروا رہتا ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ کوئی شخص اپنی تعلیم سے اس میں دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت پیدا کرے۔ عذاب کی وعید سے خوف خدا اور ثواب کی ترغیب سے شوق وصال پیدا کرے، اس ضرورت کی تکمیل کی خاطر اللہ تعالیٰ نے نبی کو پیدا فرمایا تا کہ وہ انسان کو نیک کاموں کی ترغیب دیں اور برے کاموں پر عذاب سے ڈرائیں، اسی کو ترغیب وترہیب کہتے ہیں جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

قرآن مجید کی کئی آیات میں ترغیب اور ترہیب دونوں کی مثالیں موجود ہیں، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرىٰ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِن كَذَّبُوْا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَنْ يَّأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتاً وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ (۲)

''اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈرتے رہتے تو ہم اُن کے اوپر آسمان اور زمین سے

برکتوں کے دروازے کھول دیتے لیکن انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا، سو ہم نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو گرفت میں لے لیا۔ کیا اب بستیوں والے اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اچانک اُن پر اس وقت ہمارا عذاب آجائے جب وہ سوئے ہوئے ہوں۔''

مذکورہ دونوں آیات ہم رسولوں کو صرف ترغیب اور ترہیب کے لیے بھیجتے ہیں۔ وہ دنیا میں رزق کی وسعت اور آخرت میں ثواب کی بشارت دیتے ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ إِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَأَصْلَحَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔(۳)

''اور ہم رسولوں کو صرف ثواب کی خوش خبری دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے بنا کر بھیجتے ہیں، سو جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئیں اور نیک کام کریں تو ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صرف نیکوکاروں کو عبادات پر ثواب کی بشارت دینے کے لیے بھیجے گئے ہیں، اور بدکاروں کو اُن کی نافرمانیوں پر عذاب سے ڈرانے کے لیے بھیجے گئے ہیں، اور اللہ کی نشانیوں اور معجزات کے اظہار پر اُن کو ذاتی قدرت نہیں ہے، بلکہ معجزات کا اظہار صرف اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور اس کی حکمت پر موقوف ہے۔

زمین کے ہر خطے میں انبیائے کرام کی بعثت ہوئی ہے۔ انبیائے کرام کو صرف مخصوص علاقوں اور معاشروں کی طرف ہی نہیں بھیجا گیا، بلکہ مختلف شہروں اور علاقوں میں ان کی بعثت ہوئی ہے۔ یہ بات قرآن کریم کی نصوص سے واضح طور پر ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْر (۴)

''بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور ہر جماعت میں ایک عذاب سے ڈرانے والا گزر چکا ہے۔''

اس صریح نص سے ثابت ہوتا ہے کہ روئے زمین کے ہر معاشرے میں انبیائے کرام کی بعثت ہوئی ہے۔ ایک دوسری آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ o وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (۵)

''تو جس نے ذرا بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرا بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔''

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کی طرف انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا۔

انبیاء و رُسل کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے کتب اور صحائف بھی نازل فرمائے جن میں اپنی ذات

وصفات کی پہچان کے ساتھ ساتھ آخرت میں کامیابی اور اس کی دنیاوی زندگی کے لیے ایک جامع اور مربوط نظام اس کو فراہم فرمایا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُوْلاً (٦)

''جوشخص ہدایت پر چلتا ہے سو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے ہدایت پر چلتا ہے اور جس نے گمراہی کو اختیار کیا تو وہ گمراہ ہو کر صرف اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ رسول کو مبعوث فرمادیں۔''

یعنی ہم حجت پوری فرمانے کے لیے اور عذر کو قطع کرنے کے لیے اس وقت تک لوگوں کو عذاب نہیں دیں گے جب تک کہ ان میں رسول کو نہ مبعوث فرمادیں۔

انبیائے کرام کی تعداد

اللہ تعالیٰ نے کتنے رسول اور نبی مبعوث فرمائے، اس کے متعلق درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، سو میں بیٹھ گیا، آپ نے پوچھا: اے ابوذر! کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں، آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتایا: پس میں کھڑا ہوا اور میں نے نماز پڑھی، پھر میں بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا: اے ابوذر! انسانوں اور جنات میں سے جو شیاطین ہیں، اُن کے شر سے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرو، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا انسانوں میں سے بھی شیاطین ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! نماز اچھا کام ہے جو چاہے کم نمازیں پڑھے اور جو چاہے زیادہ نمازیں پڑھے، پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ! پس روزہ (یعنی روزے کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا: روزہ اللہ کا تم پر قرض ہے جو ادا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا زیادہ اجر ہے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! پس صدقہ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا دگنا چوگنا اجر ہے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کون سا صدقہ کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے؟ آپ نے فرمایا: جس رقم کو کوئی محنت اور مشقت سے حاصل کر کے صدقہ دے یا تنہائی میں فقیر کو دے، میں نے پوچھا: یارسول اللہ! نبیوں میں کون سب سے پہلا نبی تھا؟ آپ نے فرمایا: حضرت آدم، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آیا اور بھی نبی تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، ایسے نبی تھے جن سے اللہ نے کلام فرمایا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! رسولوں کی کتنی تعداد ہے؟ آپ نے فرمایا: تین سو اور دس سے چند زیادہ ہیں، اور کبھی فرمایا: تین سو پندرہ ہیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا حضرت آدم نبی تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں وہ ایسے نبی تھے جن سے کلام فرمایا گیا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ پر جو آیات نازل کی گئی ہیں ان میں سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: آیت الکرسی: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ.....

(البقرہ:۲۵۵)۔(۷)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت بعض دیگر الفاظ کے ساتھ ایک اور مقام پر بھی موجود ہے جو کہ درج ذیل ہے:

۲۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! نبی کتنے ہیں؟، آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں، میں نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ! ان میں سے رسول کتنے ہیں؟، آپ نے فرمایا: تین سو اور تیرہ جم غفیر ہیں۔ پھر فرمایا: اے ابوذر! چار سریانی ہیں: [۱] آدم، [۲] شیث، [۳] نوح اور [۴] خنوخ اور ان کا نام ادریس بھی ہے اور وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قلم کے ساتھ لکھا، اور (اے ابوذر!) ان میں سے چار عرب ہیں: [۱] ہود، [۲] صالح، [۳] شعیب اور تمہارے نبی (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ)، اور بنو اسرائیل کے انبیاء میں سے سب سے پہلے (حضرت) موسیٰ اور سب سے آخری (حضرت) عیسیٰ (علیہما السلام) ہیں اور سب سے پہلے نبی آدم ہیں اور سب سے آخری نبی تمہارے نبی (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں)۔(۸)

۳۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں، ان میں سے تین سو پندرہ جم غفیر رسل ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، رقم الحدیث: ۹۶۲)

۴۔ امام حاکم ایک ضعیف سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آٹھ ہزار انبیاء کے بعد مبعوث کیا گیا، ان میں سے چار ہزار انبیاء بنی اسرائیل تھے۔(۹)

قرآنِ مجید میں انبیائے سابقین اور ان کی اقوام کے قصص بیان کرنے کی حکمتیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء سابقین علیہم السلام کے قصص بیان فرمائے تاکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے لیے انبیاء علیہم السلام میں نمونہ ہو، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ یہ سنیں گے کہ تمام کافر تمام رسولوں کے ساتھ اسی طرح انکار اور مخالفت کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں اور واضح دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود ان کو جھٹلاتے رہے ہیں تو کفارِ مکہ کی مخالفت اور ان کی شقاوت کو برداشت کرنا آپ پر آسان ہوجائے گا۔

کفار جب انبیاء سابقین علیہم السلام کے ان واقعات کو سنیں گے تو ان کو یہ علم ہوگا کہ انبیاء متقدمین کو ان کے زمانہ میں کافروں نے ایذاء پہنچانے میں اپنی انتہائی طاقت صرف کردی، لیکن بالآخر وہ ناکام اور نامراد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی مدد فرمائی اور کافر ذلیل اور رسوا ہوئے، تو ہوسکتا ہے کہ ان واقعات کو سن کر کفار کے دل خوف زدہ ہوں اور وہ اپنی ایذاء رسانیوں سے باز آجائیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَآءَكَ فِي هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ (۱۰)

''اور ہم آپ کو رسولوں کی تمام خبریں بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس حق آگیا اور مومنوں کے لیے نصیحت اور عبرت۔''

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں مذکور قصص کو نازل کرنے کا فائدہ بیان فرمایا اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک کو فرائض رسالت کی ادائیگی پر اور کفار کی پہنچائی ہوئی اذیتوں اور سختیوں پر ثابت قدم رکھا جائے، کیونکہ جب انسان کسی مشکل اور مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے، پھر دیکھتا ہے کہ اور لوگ بھی اس مشکل اور مصیبت میں مبتلا ہیں تو اس پر وہ مشکل اور مصیبت آسان ہو جاتی ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب کوئی سختی عام ہو تو وہ آسان ہو جاتی ہے، تو جب سیدنا محمد ﷺ سے انبیاء سابقین علیہم السلام کے واقعات اور قصص بیان کیے گئے اور آپ نے یہ جان لیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی قوموں نے اسی طرح کا ظالمانہ اور اذیت ناک سلوک کیا تھا تو پھر آپ پر کفار مکہ کی پہنچائی ہوئی اذیتیں آسان ہو گئیں اور آپ کے لیے ان تکلیفوں پر صبر کرنا مشکل نہ رہا۔(۱۱)

جو لوگ ان قصص و واقعات کو سنیں گے، ان کے دماغ میں یہ بات آجائے گی کہ صدیق ہو یا زندیق، موافق ہو یا منافق، اس کو بہر حال ایک دن اس دنیا سے جانا پڑے گا اور جو نیک مومن ہوں گے ان کا مرنے کے بعد تعریف اور تحسین سے ذکر کیا جائے گا اور ان کا نام عزت اور احترام سے لیا جائے گا اور جو کافر اور منافق ہوں گے، ان کے مرنے کے بعد اہانت اور رسوائی سے ذکر کیا جائے گا اور ان کا نام بے توقیری اور بے عزتی سے لیا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں سابقہ اقوام کے صالحین اور کافرین کا ذکر کیا گیا ہے اور جب بار بار یہ آیات پڑھی جائیں گی اور بار بار یہ چیز دماغوں میں جاگزیں ہو گی تو سننے والوں کے دل نرم کرنے کے لیے ان کے دل و دماغ آمادہ ہو جائیں گے، سو انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے قصص اور واقعات کو بیان کرنے سے یہ فوائد اور ثمرات حاصل ہوں گے۔

مبعوثین انبیائے کرام علیہم السلام کی ترتیب

علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے جس نبی کو مبعوث کیا گیا وہ حضرت ادریس تھے، پھر حضرت نوح، پھر حضرت ابراہیم، پھر حضرت اسماعیل، پھر حضرت اسحاق، پھر حضرت یعقوب، پھر حضرت یوسف، پھر حضرت لوط (اس پر ایک اشکال ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے)، پھر حضرت ہود، پھر حضرت صالح، پھر حضرت شعیب، پھر حضرت موسیٰ، پھر حضرت ہارون، پھر حضرت الیاس، پھر حضرت الیسع، پھر حضرت یونس، پھر حضرت ایوب، پھر حضرت داؤد، پھر حضرت سلیمان، پھر حضرت زکریا، پھر حضرت یحییٰ، پھر حضرت عیسیٰ بن مریم پھر سیدنا حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کو مبعوث کیا گیا۔(۱۲)

قرآنِ مجید میں انبیائے کرام علیہم السلام کی اپنی قوم کو تبلیغ اور دین کی دعوت کا بیان بہت سے مقامات پر کیا گیا ہے۔ ذیل میں چند انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر کیا جائے گا کہ کس طرح انہوں نے اپنی قوم کو تبلیغِ دین کی اور اس کے جواب میں ان کی قوموں نے کس طرح کا رویہ ان کے ساتھ روا رکھا۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کا نام نوح بن لامک ہے۔ مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو چھبیس سال بعد حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت مبعوث فرمایا جب بتوں کی عبادت اور شیطانوں کی اطاعت شروع ہو چکی تھی اور لوگ کفر اور گمراہی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو بندوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ بعثت کے وقت ان کی عمر تقریباً پچاس سال تھی اور ایک قول کے مطابق تین سو پچاس سال تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم بت پرستی میں مشغول تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا، وہ لوگوں کو اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور ان کو غیر اللہ کی عبادت سے منع کرتے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام زمین پر اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر بھیجا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نو سو پچاس سال تبلیغ فرمائی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے۔(۱۳)

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے رہے، ان کو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے رہے، لیکن جب طویل عرصہ تک ان کی قوم پر تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا اور چند لوگوں کے سوا کوئی ان پر ایمان نہ لایا تو ان پر طوفان کا عذاب نازل فرمایا۔

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام کا نام ہود بن عبداللہ بن رباح ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ الخلود سے تھا۔ آپ متوسط نسب کے تھے اور مکرم جگہ کے رہنے والے تھے، بہت حسین وجمیل تھے، آپ کی داڑھی مبارک بہت دراز تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عاد تھی۔ یہ لوگ بھی بت پرست تھے، انہوں نے بھی ایک بت بنا رکھا تھا جس کا نام ہبار تھا اور ایک بت کا نام صمود تھا۔ آپ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ کو ایک مانیں اور لوگوں پر ظلم نہ کریں، لیکن انہوں نے اللہ کو ماننے سے انکار کیا اور حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی اور کہنے لگے: ''ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے؟''۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے کہا: ''یاد کرو تم قوم نوح کے جانشین ہو اور تم کو معلوم ہے جب انہوں نے نافرمانی کی تو ان پر کس طرح عذاب آیا تھا، تم اس سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے''۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> ''(حضرت ہود نے اپنی قوم سے کہا:) کیا تم ہر اونچے مقام پر فضول کاموں کے لیے یادگار تعمیر کرتے ہو۔ اور اس امید پر بلند وبالا عمارات بناتے ہو کہ تم ان میں ہمیشہ رہو گے۔ اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جابروں کی طرح پکڑتے ہو۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد فرمائی جن کو تم جانتے ہو۔ اس نے تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے مدد فرمائی۔ اور باغوں اور چشموں سے۔ بے شک مجھے تم پر عظیم دن کے عذاب کا خوف ہے۔(۱۴)

حضرت ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اپنی قوم کو دلائل دیے، لیکن جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو انہوں

نے جان چھڑانے کے لیے اپنے باپ دادا کی تقلید کا سہارا لیا اور کہنے لگے: ''کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان کی عبادت چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے، سو آپ ہمارے پاس وہ (عذاب) لے آئیں جس کا آپ ہم سے وعدہ کرتے رہے ہیں''۔ پھر ان کی قوم پر خوفناک آواز والی آندھی آئے اور وہ آندھی لوگوں کو اس طرح اٹھا کر زمین پر دے مارتی تھی کہ وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے درختوں کی جڑیں نظر آتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سات راتوں اور آٹھ دنوں تک متواتر آندھی کو مسلط فرمایا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام کا نام صالح بن عبید بن آسف بن ماسح ۔۔۔حضرت صالح علیہ السلام جس قوم میں مبعوث ہوئے ،اس کا نام ثمود ہے۔ یہ قوم اس نسل میں سے ہے جو حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ بچ گئے تھے۔ اس کو عادِ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ قوم ثمود، ثمود نام کے ایک شخص کی طرف منسوب ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قومِ ثمود کو بت پرستی سے بار بار منع کیا اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی ہدایت کی لیکن ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارا طریقہ غلط ہوتا اور ہمارا دین باطل ہوتا تو آج ہم کو یہ دھن دولت، سرسبز و شاداب باغات، میوہ جات اور پھلوں کی کثرت اور یہ بلند عالی شان مضبوط اور مستحکم مکان حاصل نہ ہوتے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم جن مضبوط مکانوں اور دیگر سامانِ زیست پر فخر کر رہے ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے تو یہ سب ایک پل میں فنا ہو جائیں گے، انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کو مسترد کر دیا اور مطالبہ کیا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشانی دکھائیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے حسبِ معمول ان کو اللہ پر ایمان لانے اور بت پرستی ترک کرنے کی دعوت دی، ان کو وعظ و نصیحت کی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ لیکن ان کی قوم نے پتھر کی ایک چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا: اگر آپ اس چٹان سے ایسی ایسی صفت کی ایک اونٹنی نکالیں جو دس ماہ کی گابھن ہو اور فوراً بچہ دے دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے پختہ قسمیں لیں کہ وہ اونٹنی نکلنے کے بعد ایمان لے آئیں گے، آپ نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے چٹان سے ایک بہت بڑی اونٹنی نکال دی جو ان کی طلب کردہ صفات کے مطابق تھی۔ لیکن بعد میں آپ کی قوم نے اس اونٹنی کو قتل کر دیا اور جب حضرت صالح علیہ السلام کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا، اب اللہ کے عذاب کا انتظار کرو جو تین دن بعد تم کو تباہ کر دے گا''، پھر چمک اور کڑک کا عذاب آیا اور اس نے رات میں سب کو تباہ کر دیا۔ (حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا واقعہ طویل ہے، یہاں مختصر ذکر کیا ہے)۔

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، آپ کا نام لوط بن ہاران بن تارخ ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو چار شہروں سدوم، اموراء، عاموراء اور صبویراء کی طرف بھیجا گیا، ان میں سے ہر شہر میں تقریباً ایک لاکھ جنگ جو تھے۔ ان میں سب سے بڑا شہر سدوم تھا، حضرت لوط علیہ السلام اسی شہر میں رہتے تھے۔ یہ شام کے شہروں میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو مہلت دی تھی، انہوں نے اسلامی شرم وحیاء کے حجاب چاک کردیے اور بہت بڑی بے حیائی کا ارتکاب کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم میں عورتوں کی بجائے مردوں سے نفسانی خواہش پوری کرنے کا رجحان تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو اس فعل سے منع کیا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا لیکن سابقہ اقوام کی طرح انہوں نے بھی سرکشی کی اور حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ اور دعوت کا مذاق اڑایا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا، انہوں نے اپنا پر ان شہروں کے نیچے داخل کیا اور اس زمین کو اکھاڑ کر بلند کیا حتیٰ کہ آسمان والوں نے کتوں اور مرغوں کی چیخ وپکار کو سنا، پھر انہوں نے اس زمین کو پلٹ دیا اور ان پر پتھروں کی کنکریاں برسائیں۔ جب عذابِ الٰہی کا وقت آ گیا اور رات کی ابتداء ہوئی تو فرشتوں کے اشارے پر حضرت لوط علیہ السلام اپنے خاندان سمیت دوسری طرف سے نکل کر سدوم سے رخصت ہوگئے، لیکن ان کی بیوی نے ان کی رفاقت سے انکار کیا اور وہ واپس پلٹ گئی، جب رات کا پچھلا پہر ہوا تو پہلے ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ وبالا کردیا، پھر آبادی والی زمین کو اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان مٹا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ''ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نشانیاں دی گئی تھیں: ۱۔عصا، ۲۔ ید بیضاء، ۳۔ٹڈیاں، ۴۔ جوئیں، ۵۔ خون، ۶۔مینڈکوں کی بارش، ۷۔سمندر کو چیرنا، ۸۔پتھر سے چشموں کا پھوٹنا، ۹۔ پہاڑ کا سایہ کرنا، ۱۰۔المن اور السلویٰ کا نازل کرنا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم بنو اسرائیل کی طرف ان نشانیوں اور تورات کے ساتھ بھیجا اور ان کو یہ حکم فرمایا کہ وہ ان کے لیے دین اور شریعت کو بیان کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت وتبلیغ کی، ان کی قوم نے بارہا کئی مطالبات کیے، ان کے مطالبات پورے بھی ہوئے، جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کی اتباع کی وہ کامیاب ہوئے اور جنہوں نے سرکشی کی تو ان پر مختلف قسم کے عذاب آئے اور وہ نیست ونابود ہوگئے۔ فرعون نے طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالیں، فرعون کی ریشہ دوانیاں اپنی انتہا کو پہنچ گئیں اور اسے ہر طرح کی تنبیہ دی گئی لیکن وہ باز نہ آیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے ان کی بربادی کی دعا مانگی جو قبول ہوگئی۔ لیکن یہ دعا اس وقت قبول ہوئی جب اللہ کی مشیت تھی۔ اس دوران فرعون نے کئی بچوں کو قتل کیا، بے شمار غلاموں پر تشدد کیا اور بنی اسرائیل کو کئی جسمانی ونفسیاتی اذیتیں پہنچائیں۔ لیکن اللہ نے بنی اسرائیل کی فریاد کے باجود فرعون کو موقع دیا لیکن جب اتمام حجت ہوگئی تو پھر اس کو ایک ساعت کی مہلت نہ ملی۔ فرعون جب ڈوبنے لگا تو ایمان لے آیا لیکن اس کا ایمان رد کردیا گیا بلکہ اس کی لاش کو دنیا والوں کے لئے عبرت کا نمونہ بنا دیا گیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام کا نام شعیب بن صیحون بن عنقا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم ہے۔ایک قول کے مطابق ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو دو اقوام کی طرف بھیجا گیا۔ایک قوم مدین تھی، جب اس قوم کی نافرمانی کی بناء پر اس کو ایک زبردست گرج دار آواز سے ہلاک کر دیا گیا تو دوسری دفعہ آپ کو اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا گیا جن کو سائبان والے عذاب نے پکڑ لیا تھا۔

علماء بیان کرتے ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب کو مدین کی طرف بھیجا تو ان کی عمر بیس سال تھی، یہ لوگ ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے۔حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو کمی کرنے سے منع فرمایا۔حضرت شعیب السلام کی قوم نے جب سرکشی کی اور حد سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی مسلط فرما دی، وہ اپنے گھروں میں گئے تو وہاں بھی گرمی کا سامنا تھا، پھر وہ جنگل کی طرف نکل گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دھوپ سے سایا مہیا کیا، اس بادل کے نیچے ان کو بہت ٹھنڈک اور آرام ملا، پھر انہوں نے باقی لوگوں کو بلایا اور جب سب اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک آگ بھیجی جس نے ان سب کو جلا دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت وتبلیغ کا ذکر قرآن مجید میں یوں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

> ''اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجیے، بے شک وہ بہت سچے نبی تھے۔جب انہوں نے اپنے (عرفی) باپ سے کہا: اے میرے ابا جان! آپ اس کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کسی کام آسکتا ہے۔اے یرے ابا جان! بے شک میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، آپ میری پیروی کیجیے میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔اے میرے ابا جان آپ شیطان کی پیروی نہ کریں، بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے۔اے میرے ابا جان! مجھے خطرہ ہے کہ آپ کو رحمٰن کی طرف سے عذاب پہنچے گا، پس آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں گے۔(۱۵)

نجوم پرستی کا آغاز عراق کے علاقہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ستاروں اور چاند، سورج وغیرہ کی ارواح کی تصوراتی شکلیں متعین کر کے ان کے مجسمے بنائے جاتے اور ان مجسموں کی پرستش کی جاتی تھی۔آپ نے اپنی قوم کو دلائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلایا اور ابتدا اپنے (عرفی) باپ سے کی۔الغرض ان کی قوم میں دو گروہ تھے۔ایک گروہ زندہ انسان کو مانتا تھا اور دوسرا گروہ پتھروں کے تراشیدہ بتوں کو خدا مانتا تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بالآخر تنگ ہو کر ہجرت فرمائی اور اپنی قوم سے دور چلے گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی دعوت وتبلیغ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

یٰاَیُّھَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَا اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ (۱۶)

''اے رسول جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اس کو پہنچا دیجیے، اور اگر (بالفرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُم بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (۱۷)

آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور احسن طریقہ کے ساتھ ان پر حجت قائم کیجیے۔ ان آیات کی تفسیر میں علمائے کرام نے نبی کریم ﷺ کا اندازِ تبلیغ بیان کیا جو کہ درج ذیل ہے:

۱۔ نبی کریم ﷺ تبلیغ میں آسان اور پرکشش انداز اختیار فرماتے، آپ لوگوں کو جنت کی خوش خبری سناتے اور ان کو اللہ عزوجل کے عذاب سے بھی ڈراتے تھے۔

۲۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے کہ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو اور انہیں نفرت نہ دلاؤ۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کے تمام افعالِ مبارکہ، اقوالِ مبارکہ، آپ کا ذکر وفکر اور آپ کی عبادت و ریاضت سب تبلیغ دین کا حصہ تھے۔

نبی کریم ﷺ نے جب دعوت دین کے کام کو شروع فرمایا تو آپ ﷺ نے بغیر کسی استثناء کے عالم انسانیت کو اپنی دعوت کا مخاطب بنایا اور انسانوں کے ہر طبقہ اور مختلف ذہنی سطح رکھنے والوں کے سامنے دین پیش فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ اسلام کے لیے حکمت کو بھی ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کی ذہنی سطح کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دینِ اسلام کی تبلیغ کی جس سے دین اسلام ان کے قلب میں سرایت کرتا چلا گیا۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت وتبلیغ کی خصوصیات

انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت وتبلیغ، ان کے اندازِ تبلیغ اور مواعظِ حسنہ کا قرآن مجید اور احادیث میں بہ کثرت بیان موجود ہے۔ چند مشہور خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فصاحت وبلاغت کے ساتھ نوازا تھا، جیسا کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں عرب میں فصاحت وبلاغت کا عروج تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو افصح العرب بنا کر بھیجا۔

۲۔ انبیائے کرام علیہم السلام دنیاوی بادشاہوں اور ان کی شان وشوکت سے کبھی مرعوب نہیں ہوتے، جس طرح فرعون کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قریش کے سرداروں کے سامنے نبی کریم ﷺ کا دینِ حق کی دعوت دینا اور اس پر ثابت قدم رہنا اظہر من الشمس ہے، اسی طرح باقی انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان خصوصیات سے نوازا تھا۔

۳۔ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی امتوں کو بار بار وضاحت کے ساتھ اپنے دین کی طرف بلاتے ہیں۔

رسولوں کی بعثت کے مقاصد کا خلاصہ

رسولوں کی بعثت کے مقاصد میں درج ذیل امور شامل ہیں:

۱۔ انسانوں کی عقل اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت کے لیے ناقص اور نارسا ہے اور شیطان قدم قدم پر لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے خلاف شکوک وشبہات ڈالتا ہے، اللہ کا نبی انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کراتا ہے اور شکوک وشبہات کا ازالہ کرتا ہے۔

۲۔ سخت مشکلات، مصائب اور بیماریوں میں نبی پابندی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے تا کہ سخت مشکلات اور مصائب کسی شخص کے لیے عبادت نہ کرنے کا عذر نہ بن سکیں۔

۳۔ جس طرح ایک انسان اپنی آنکھ کے ذریعے دنیا کو دیکھتا ہے، تو جب تک سورج یا چراغ کی روشنی اس کی آنکھ کی معاون نہ ہو تو ان چیزوں کو دیکھنے کے لیے انسان کی آنکھ ناکافی ہے، کیونکہ اندھیرے میں انسان کو کچھ نظر نہیں آتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وشعور عطا فرمایا اور اس کے عقل میں اپنی معرفت کا نور رکھا ہے، لیکن جب تک نبوت کا نور اس کے معاون نہ ہو تو انسان کی آنکھ ناتمام اور ناکافی ہے۔

۴۔ ہر چند کہ بعض انسان اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن وہ از خود یہ نہیں جان سکتے کہ اللہ تعالیٰ کن کاموں سے راضی ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض ہوتا ہے، نبی ان کو عبادات اور معاملات کے ایسے طریقے بتاتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ان کاموں سے منع فرماتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

۵۔ جب انسان حرص، شہوت یا غضب سے بے قابو ہو جائے تو اس کے دل میں نبی اپنی تعلیم کے ذریعے خدا کا خوف پیدا کرتے ہیں اور انسان اس وقت سنبھل جاتا ہے، خدا کو یاد کرتا ہے اور معصیت سے باز آ جاتا ہے۔

۶۔ ایک مقصد انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجنے کا یہ ہے کہ وہ اس بات کی پیہم سعی کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہی اور کفر کے اندھیروں سے ہدایت اور ایمان کی روشنی کی طرف لائیں۔

حرفِ آخر

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جو مراتب اور درجات عطا کئے ہیں، ان میں نبوت ورسالت کا عہدہ اور منصب سب سے نمایاں، ممتاز اور سب سے بلند تر ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ کو اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں میں سے منتخب فرماتا ہے اور ان کے ظاہر وباطن کو اپنے خصوصی انوار وتجلیات، علوم وحکمت، اخلاقی کمالات اور عظمتوں سے آراستہ فرماتا ہے۔ ان کی ذات جسمانی وروحانی کمالات کی جامع ہوتی ہے ان کی نورانیت تمام ملائکہ سے اعلیٰ اور ان کی بشریت تمام انسانوں سے افضل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں نیکی اور برائی کو پہچاننے کی قابلیت اور نیکی کو اختیار کرنے اور برائی سے بچنے کی خواہش ودیعت کر دی ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے دعوت وتبلیغ کے ذریعے پیغامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچایا اور ان کو شیطان سے بچنے اور رحمٰن کے راستے پر چلنے کی دعوت دی۔ دعوتِ دین اور احکامِ شرعیہ کی تعلیم دینا شیوۂ پیغمبری ہے۔ تمام انبیائے کرام ورسل عظام کی بنیادی ذمہ داری تبلیغ دین اور دعوت وابلاغ ہی رہی ہے۔

بندگی کی معراج اور بندے کا کمال یہ ہے کہ اسے خالق کی معرفت حاصل ہو، اپنے معبودِ حقیقی تک اس کی رسائی ہو اور

خداوندِ بزرگ و برتر کی منشاومرضی کو وہ پا سکے۔ لیکن ہر انسان کے لئے براہِ راست اور بلا واسطہ (Directly) یہ ممکن نہیں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت اور اپنے فیضانِ کرم سے نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبوت ورسالت خالق کی ضرورت نہیں بلکہ مخلوق کی ضرورت ہے اور خالق کا کرم واحسان ہے۔

ہر انسان میں نہ تو یہ استعداد ودیعت کی گئی ہے کہ وحیِ الٰہی کو حاصل کر سکے اور نہ ہی شاید حکمتِ الٰہیہ کا یہ تقاضا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے ''نفوسِ قدسیہ'' پیدا فرمائے جو وحیِ الٰہی کے بارِ گراں کو اٹھا سکیں اور اس امانت کو قبول کرنے اور اسے ادا کرنے کے اہل ہوں اور یہی پاک نفوس گروہِ انبیاء ورُسل ہے۔

اللہ تعالیٰ بلاشبہ اس بات پر قادر تھا کہ ہر انسان کے پاس ایک مرتب کتابِ ہدایت نازل کر دی جاتی، لیکن کتاب سے احکام کا علم تو ہو جاتا مگر احکام کی تشریح اور طریقۂ ادا کے ادراک کے لئے عقلِ انسانی ناکافی تھی، اس لئے اللہ نے اپنی حکمت سے کتاب کے ساتھ ساتھ ''صاحبِ کتاب'' کو بھی مبعوث فرمایا تاکہ کتابِ الٰہی کے معانی ومطالب کی تشریح منشاءِ خداوندی کے مطابق کر کے عقلِ انسانی کی رہنمائی کر سکے۔

اگر محض ضابطۂ احکام نازل کر دیا جاتا تو کچھ لوگ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے مانا یہ احکام ہیں تو بہت اچھے مگر ان پر عمل کرنا انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لئے اللہ نے اپنی حجت پوری کرنے کے لئے انبیاء کرام بھیجے جو عملی نمونہ قائم کر کے یہ ثابت کر دیں کہ یہ احکام انسانیت کے لئے نہ صرف یہ کہ قابلِ عمل ہیں بلکہ انسانیت کی نجات وفلاح کا واحد سہارا ہیں۔

نبی محض ''پیغام بر'' اور حاملِ کتاب نہیں ہوتا بلکہ مجسم کتاب ہوتا ہے۔ نبی کی سیرت وکردار کتاب کا معنی اور تعبیر وتشریح ہوتی ہے اور معنی کے بغیر الفاظ بے جان ہوتے ہیں۔

جن لوگوں نے نبی اور رسول کے بغیر خالق کو تلاش کیا، تاریخِ انسانی شاہد ہے کہ وہ بھٹک گئے اور مظاہر پرستی کا شکار ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک نورِ ظاہری دیا ہے جسے بصارت کہتے ہیں اور ایک نورِ باطن دیا ہے جسے بصیرت اور عقل کہتے ہیں جس طرح آنکھ دیکھنے کے لئے ایک خارجی نور کی محتاج ہے اسی طرح عقل اور بصیرت بھی رہنمائی کے لئے نورِ نبوت کی محتاج ہے۔

سیرتِ محمدی کی جامعیت اور ہمہ گیری

ہمارے رسول کریم ﷺ کی تعلیمات زندگی کے کسی ایک شعبہ تک محدود نہیں ہیں بلکہ سیاست، تجارت، معیشت، معاشرت، اخلاقیات، عبادات اور ایمانیات حتیٰ کہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہیں۔ اسی طرح سیرتِ پاک محمد رسول اللہ ﷺ میں بھی ہمہ گیری اور جامعیت ہے۔ آپ کی سیرت میں ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے انسان کے لئے رہنمائی موجود ہے آپ نے ہر شعبۂ زندگی کے افراد کے لئے نہ صرف یہ کہ نمونہ قائم کیا ہے بلکہ اعلیٰ ترین اور کامل ترین مثالی نمونہ قائم کیا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے واضح اعلان فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۱۸)

''تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''

امت مسلمہ کو دیگر امم سے فوقیت بھی اسی فریضہ دعوت کی وجہ سے ہے۔ دعوت وتبلیغ دین ایک اہم دینی فریضہ ہے، جو اہل اسلام کی اصلاح، استحکام دین اور دوام شریعت کا مؤثر ذریعہ ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسے شریعت کا جتنا علم ہو، شرعی احکام سے جتنی واقفیت ہو اور دین کے جس قدر احکام سے آگاہی ہو وہ دوسروں تک پہنچائے۔

تبلیغ کا منصب

اسلامی نکتہ نگاہ سے ''تبلیغ'' کا لفظ قرآن وسنت کی تعلیمات اور ہدایات کو دوسرے انسانوں تک پہنچانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ امت مسلمہ میں یہ عظیم کام اور منصب اہل علم، علماء، عارفین اور اولیاء کرام کو حاصل ہے کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں۔ اسلام سے پہلے یہ کام صرف انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام فرماتے تھے، لیکن یہ امت مسلمہ کی خصوصیت ہے کہ امت مسلمہ کا ہر فرد تبلیغ کرسکتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے علماء کو اپنا وارث قرار دیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''علماء انبیاء کے وارث (وجانشین) ہیں۔''(۱۹)

جب سے بنی نوعِ انسان نے جنم لیا اس وقت سے تبلیغ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی اور رسول نے اپنی اپنی امت اور قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نیکی وبھلائی کرنے اور برائیوں سے اجتناب کی تبلیغ فرمائی اور پھر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تبلیغ فرمائی۔ آپ ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین کرام، مجتہدین عظام، صوفیاء کرام اور علماء ومشائخ نے اس فریضہ کو انجام دیا ہے، اگر صوفیا اور علماء تبلیغ نہ فرماتے تو آج دنیا میں اسلام کو فروغ نہ ہوتا۔

مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

''حقیقی تبلیغ تو یہی ہے کہ کفار ومشرکین میں دین اسلام کو پھیلایا جائے، لیکن اگر اتنی ہمت نہیں تو پھر ان مسلمانوں کی حالت درست کی جائے تو دین سے بیگانہ ہوگئے ہیں، یہ بھی ایک دینی خدمت ہے، لیکن اس میں ذرا غرور اور گھمنڈ نہ ہونا چاہئے، جس کو اپنی نیکی پر غرور وتکبر ہو وہ خدا کی نظر میں حقیر ہے۔

آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اہل وعیال کی ذمہ داریوں سے بے پرواہ ہوکر تبلیغ کیلئے نکلیں؟ فرمایا کہ پہلے اہل وعیال کی خبر لو، والدین ضعیف ہیں تو ان کی خدمت بہت ضروری ہے، یہ مذہب سے الگ کوئی چیز نہیں، عین مذہب ہے مگر بہت سے لوگ اس کو سمجھتے نہیں اور بے عقلی کی وجہ سے اس کو دنیا کی باتیں سمجھتے ہیں وہ شخص جو بال بچوں اور والدین کی خدمت سے بے نیاز ہوکر تبلیغ کیلئے نکلا وہ گناہگار رہے، ہاں اگر ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو چکا ہے تو بے شک تبلیغ کیلئے جائے اور اہل اللہ اور صلحائے امت نے جو صراطِ مستقیم دکھایا ہے اس کی طرف بلائے اور خود اس پر چلنے کی کوشش کرے اور جو لوگ ساتھ چلنے پر آمادہ ہوں تو ان سے پوچھ لے کہ ان پر شریعت کی کوئی اور ذمہ داری تو نہیں تاکہ نہ وہ گناہگار ہوں اور نہ ان کے رفیق سفر گناہگار ہوں۔ ہاں محلے والوں اور پڑوسیوں کو بہر صورت تبلیغ کرنی چاہئے، اس کیلئے کوئی شرط نہیں بلکہ یہ ایک دینی فریضہ ہے۔''(۲۰)

امت مسلمہ بحیثیت مجموعی حضور نبی کریم ﷺ کی وارث وجانشین ہے اور اس کو وہی کام انجام دینا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے انجام دیا۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وعمل اور جد وجہد سے اللہ کے دین کا پیغام واضح طور پر پہنچا دیا اور اس کا حق ادا کردیا۔ بالکل اسی طرح اب یہ کام امت کے کاندھوں پر ہے کہ وہ اللہ کے دین کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں اور انسانوں کے سامنے اللہ کے دین کو واضح کریں۔

حوالہ جات

(۱) القرآن،النساء:۱۶۵

(۲) القرآن،الاعراف:۹۷۔۹۶

(۳) القرآن،الانعام:۴۸

(۴) القرآن،الفاطر:۲۴

(۵) القرآن،الزلزال:۸۔۷

(۶) القرآن،بنی اسرائیل:۱۵

(۷) مسند امام احمد: رقم الحدیث ۲۱۵۴۶،امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ،مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت

(۸) تبیان القرآن،علامہ غلام رسول سعیدی،مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور، ج ۲ص ۸۷۸

(۹) ایضاً

(۱۰) القرآن،ہود:۱۲۰

(۱۱) تبیان القرآن،علامہ غلام رسول سعیدی،مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور، ج ۵،ص ۶۵۴

(۱۲) ایضاً، ج۸،ص ۵۹۸

(۱۳) القرآن،العنکبوت:۱۴

(۱۴) القرآن،الشعراء:۱۲۸۔۱۳۵

(۱۵) القرآن،مریم:۴۱۔۴۵

(۱۶) القرآن،المائدہ:۶۷

(۱۷) القرآن،النحل:۱۲۵

(۱۸) القرآن،الاحزاب:۲۱

(۱۹) جامع ترمذی، کتاب العلم،امام محمد بن عیسیٰ ترمذی (م ۲۷۹ھ)،فرید بک اسٹال لاہور ۱۹۸۴ء

(۲۰) ضیاء الاسلام،شاہ محمد مظہر اللہ دھلوی، ادارۂ مسعودیہ کراچی ص ۸۸